تیسواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

بائیسویں پارہ کے آخر میں ان انبیاء کا تذکرہ ہو چکا ہے جنہیں اللہ نے ایک بستی والوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا مگر وہ ہدایت کی راہ پر چلنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ جب بستی والوں نے تینوں انبیاء کو جھٹلایا تو بستی والوں میں سے ایک شخص جس کا نام مفسرین نے ''حبیب النجار'' لکھا ہے وہ دوڑتا ہوا آیا تاکہ انبیاء کو ضرر پہنچانے کی صورت میں اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے اور انہیں انبیاء کی اتباع کی تلقین کرے، جب اس نے انہیں سمجھایا اور سب کے سامنے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا تو وہ سب اس پر پل پڑے اور انہوں نے اسے شہید کر دیا، شہادت کے بعد اسے جنت میں داخل ہونے کا شرف ملا جب اس نے اپنی آنکھوں سے اللہ کی ان نعمتوں کا مشاہدہ کر لیا جو اللہ نے اہلِ ایمان کے لئے تیار کی ہیں تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا ''اے کاش! میری قوم جان لیتی جو میرے رب نے میری مغفرت کر دی ہے اور مجھے اہلِ کرامت وسعادت میں سے ٹھہرایا ہے'' (۲۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''وہ مومن شخص زندگی میں بھی اپنی قوم کا خیر خواہ رہا اور مرنے کے بعد بھی'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ بندوں پر افسوس کا اظہار فرماتے ہیں کہ ان کے پاس جو بھی رسول آتا ہے اس کا مذاق اڑاتے ہیں (۳۰) مذکورہ بالا امور کے علاوہ سورۂ یٰسٓ کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے وجود، توحید اور قدرت کے تکوینی دلائل جو قرآن میں بار بار مذکور ہوئے ہیں ان میں سے تین قسم کے دلائل یہاں ذکر کئے گئے ہیں: (۱) مردہ زمین جسے بارش سے زندہ کر دیا جاتا ہے۔ (۲) لیل ونہار اور شمس وقمر۔ (۳) کشتیاں اور جہاز جو سمندر میں چلتے ہیں۔ ان دلائل کے ضمن میں سورۂ یٰسٓ ایک ایسی حقیقت کا اعلان کرتی ہے جس سے نزولِ قرآن کے زمانے کے بڑے بڑے اہل علم بھی ناواقف تھے۔ آیت ۳۶ میں ارشاد ہوتا ہے: ''وہ اللہ پاک

ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے''(۳۶)

قدیم زمانے کے انسانوں کا خیال اور تحقیق یہ تھی کہ جوڑا جوڑا صرف انساس اور حیوان ہی ہوتے ہیں، جب کہ موجودہ دور کے سائنس دانوں نے طویل تحقیق اور مغز ماری کے بعد ثابت کیا ہے کہ ''زوجیت'' (جوڑا جوڑا) نہ صرف انسانوں بلکہ نباتات، جمادات اور تمام کائنات میں پائی جاتی ہے یہاں تک کہ ''ایٹم'' جو کہ مادہ کے اجزاء میں سے سب سے چھوٹا جزء ہے وہ بھی دو مختلف اجزاء یعنی الیکٹران اور پروٹان سے مرکب ہوتا ہے اور یہ دونوں جزء نر اور مادہ کے مشابہ ہیں، سورۂ یٰسٓ کے علاوہ سورۂ ذاریات میں بھی اس علمی اور سائنسی تحقیق کی صدیوں پہلے نشاندہی کردی گئی تھی، وہاں فرمایا گیا: ''اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو''(۵۱/۴۹)

(۲) اس کے بعد سورۂ یٰسٓ قیامت کی ہولناکیوں اور صور پھونکے جانے کا تذکرہ کرتی ہے، جس وقت پہلی بار صور پھونکا جائے گا، لوگ اپنے معمولات کی ادائیگی اور خرید و فروخت میں مشغول ہوں گے، صورِ اسرافیل کی آواز سن کر ان پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہو جائے گی، اسے ''نفخہ فزع'' بھی کہا جاتا ہے، دوسری بار کے صور سے حی و قیوم کے سوا سب کو موت آجائے گی اور کوئی ذی روح زندہ نہیں رہے گا، تیسری بار جب صور پھونکا جائے گا تو سب قبروں سے جی اٹھیں گے اور حاکمِ حقیقی کے سامنے پیش ہو جائیں گے وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوگا، مومنین متقین کو جنت اور جنت کی نعمتوں سے نوازا جائے گا، جبکہ مجرم جو کہ دنیا میں صلحاء کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے انہیں الگ کر دیا جائے گا، پھر ان کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔(۴۹-۶۶)

چونکہ اس سورت میں زیادہ تر بحث بعث بعد الموت کے حوالے سے ہے اس لئے اس کا اختتام بھی اس پر ہو رہا ہے، فرمایا گیا: ''کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، وہ

اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے پیدا کردے؟ کیوں نہیں وہی ہے جو خوب پیدا کرنے اور علم رکھنے والا ہے، اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرمادیتا ہے کہ ہوجا! تو وہ ہوجاتی ہے۔''(۸۱-۸۲)

سورۃ الصافات

سورۂ صافات مکی ہے، اس میں ۱۸۲ آیات اور ۵ رکوع ہیں، سورت کی ابتدا ہوتی ہے ان ملائکہ کے ذکر سے جو عبادت اور تسبیح وتحمید میں مصروف رہتے ہیں، اس کے بعد جنات کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ جب وہ چوری چھپے ملأ اعلیٰ کی خبریں سننے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کا تعاقب کرتے ہیں اور انہیں مار بھگاتے ہیں۔ سورۂ صافات، بعث اور حساب وجزاء کے مسئلہ سے بحث کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ بعث بعد الموت کے بارہ میں مشرکین کا موقف بڑا عجیب ہے، وہ اس عقیدے کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ ہڈیوں کے چورا چورا ہونے اور خاک میں مل جانے کے بعد انسان، دوبارہ کیسے زندہ ہوسکتا ہے، اللہ فرماتے ہیں، جو کام انہیں مشکل بلکہ ناممکن محسوس ہوتا ہے وہ اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، جب حضرت اسرافیل تیسری بار صور پھونکیں گے تو یہ سب اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہوجائیں گے۔(۱۹) پھر وہ بڑی حسرت اور ندامت کے ساتھ کہیں گے کہ یہ ہے اعمال کی جزا کا دن، جس کا ہم مذاق اڑایا کرتے تھے، پھر انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا وہاں آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے کا اپنی گمراہی کا مورد ِالزام ٹھہرائیں گے (۲۰-۳۵) دوزخیوں کی باہمی لعن طعن کے علاوہ یہ سورت جنتیوں کا آپس میں مکالمہ بھی ہم کو سناتی ہے، جب انہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نہال کردیا جائے گا اور وہ عزت وراحت کے تخت پر شاہزادوں سے کروڑوں گنا زیادہ خوش بیٹھے ہوں گے تو اپنے ماضی کو یاد کریں گے، ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ہم نشین ہوا کرتا تھا جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ بڑی عجیب بات ہے کہ تم آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتے ہو، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مرکر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو ہمیں دوبارہ زندہ کردیا جائے؟

ہم سے زندگی بھر کے اعمال کا حساب لیا جائے اور پھر کسی کو جزا اور کسی کو سزا دی جائے ؟ یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں، نجانے تم کیوں ایسی ”خلافِ عقل“ باتوں پر یقین رکھتے ہو؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں سے پوچھے گا کہ کیا تم اسے دیکھنا چاہتے ہو؟ اتنے میں وہ خود جھانک کر دیکھے گا تو اپنے اس ”عقل پرست“ اور منکرِ آخرت دوست کو دوزخ کے وسط میں جلتا ہوا دیکھے گا تو اس سے کہے گا ”اللہ کی قسم! تو تو مجھے بھی ہلاک کر چکا تھا اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو عذاب میں حاضر کئے گئے ہیں“ (۵۶-۵۷)

اس کے بعد یہ سورت بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص سے بحث کرتی ہے ان میں سے پہلا قصہ شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جن کی قوم نے انہیں جھٹلایا تو جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا گیا۔

دوسرا قصہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا ہے جو کہ دو مرحلوں میں بیان ہوا ہے، پہلے مرحلہ میں ان کی دعوتِ توحید کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم کو کیسے ایمان کی دعوت دی، کیسے ان کے سالانہ جشن میں شرکت سے معذوری ظاہر کی، کیسے ان کے بتوں سے دو دو ہاتھ کیے۔ مشرکوں نے انہیں زندہ جلا ڈالنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کی اور کیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا (۸۳-۹۸) دوسرے مرحلہ میں ”ذبح وفدا“ والا مشہور واقعہ بیان ہوا ہے، یہ واقعہ صرف سورۂ صافات ہی میں مذکور ہے، باوجودیکہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر حضرت خلیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے لیکن یہ واقعہ ”صافات“ کے علاوہ کسی دوسری سورت میں مذکور نہیں ہے، یوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اللہ کی رضا کی خاطر ابتلاؤں اور آزمائشوں میں گزری لیکن یہ ابتلا ان سب ابتلاؤں سے زیادہ زہرہ گداز اور جاں گسل تھی، آپ کو خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا، آپ تسلیم و رضا کا پیکر بن کر فوراً تیار ہو گئے، بیٹے کو خواب سنایا تو وہ بھی پیکرِ تسلیم تھا، آپ بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ کر ذبح کرنے لگے، فوراً اللہ کی طرف سے وحی آئی، اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، بے شک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش

تھی، اب لڑکے کو چھوڑ و اور تمہارے پاس جو یہ مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے میں ذبح کردو، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح نوازتے ہیں۔" (۱۱۰)

تیسرا واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا ہے۔

چوتھا قصہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ہے جنہیں شام میں ایک ایسی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا جو "بعل" نامی بُت کی عبادت کرتی تھی، اس بت کے نام پ "بعلبک" نامی ایک شہر آباد تھا جس کے آثار آج بھی دمشق کے مغرب میں ملتے ہیں۔

پانچواں قصہ حضرت خلیل علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جنہیں اُردن کے اطراف میں "سدوم" والوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا تھا مگر وہ بدترین قسم کی شہوت پرستی اور کفر میں مبتلا ہو کر اندھے، بہرے ہو چکے تھے، پیغامِ ہدایت سننے کے لئے آمادہ نہ ہوئے اور بالآخر عبرتناک عذاب کی لپیٹ میں آ کر رہے۔

چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے، جنہیں مچھلی کے پیٹ میں بھی کچھ عرصہ رہنا پڑا اور جن کی قوم کو عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کا شرف حاصل ہوا۔ انبیاء کے ان قصص کے اختتام پر ارشاد ہوتا ہے: "اور اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی غالب اور منصور ہیں اور ہمارا لشکر غالب آ کر رہے گا" (۱۷۱-۱۷۳)

سورت کے آخر میں آپ کو معاندین سے اعراض کرنے کا حکم ہے اور اللہ کی حمد و تسبیح کا بیان ہے۔

سورۂ ص

سورۂ ص مکی ہے، اس میں ۸۸ آیات اور ۵ رکوع ہیں، سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم کی قسم کھائی ہے، یہ قسم یا تو قرآن کے معجزہ ہونے پر ہے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر، اس سورت کے اہم مضامین درجِ ذیل ہیں:

(۱) اللہ کی وحدانیت اور اس کی عظمت کے تکوینی آثار کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ مشرکین تکبر، حماقت اور جہالت میں مبتلا ہیں، انہیں اس پر تعجب ہوتا ہے کہ انہیں سمجھانے

اور ڈرانے کے لئے انہی میں سے ایک انسان، نبی بن کر آیا ہے اور یہ کہ ہم نے تو مختلف شعبوں کے لئے مختلف خدا تجویز کرر کھے تھے جبکہ اس نبی کا خیال ہے کہ تمام انسانوں اور موت وحیات کے پورے نظام کے لئے ایک اللہ ہی کافی ہے۔

(۲) کفارِ قریش کی احمقانہ اور جاہلانہ سوچ بتانے کے بعد سورۂ ص امم سابقہ کے متکبرین اور مشرکین کا انجام بتاتی ہے جو تکذیب اور سرکشی کی وجہ سے عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔(۱۲-۱۴)

(۳) گزشتہ قوموں کے متکبرین اور مکذّبین کا انجام بتاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف صبر کرنے کی تلقین ہے، دوسری طرف حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کرنے کا حکم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی، دینی اور دنیاوی قوت سے نوازا تھا، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے، نصف شب سوتے اور نصف شب عبادت کرتے تھے، وسیع سلطنت کے بادشاہ بھی تھے اور جلیل القدر نبی بھی تھے، انہیں ذکر کرنے والا دل، شکر کرنے والی زبان اور سحر طاری کر دینے والی آواز عطا ہوئی تھی، وہ جب زبور کی تلاوت کرتے تھے تو پرندے فضا میں رک جاتے تھے، جب حمدِ باری تعالیٰ میں رطب اللسان ہوتے تھے، پہاڑ بھی مصروفِ حمد ہو جاتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ ساتھ ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی ذکرِ خیر کیا گیا ہے، ان کی سلطنت وسائل واسباب کے اعتبار سے اپنے والد کی سلطنت سے بھی زیادہ شان وشوکت کی حامل تھی، ان کے لئے ہوا اور جنات مسخر کر دیے گئے تھے۔

(۴) سورۂ ص میں تیسرا قصہ حضرت ایوب علیہ السلام کا بیان ہوا ہے، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے، ان کے پاس ثروت وغنا کی بہتات تھی، باغات اور حویلیاں تھیں، زرعی زمینیں اور ڈھور ڈنگر تھے، نوکر چاکر اور کئی بیٹے تھے، اللہ کی طرف سے آزمائش آئی تو سب کچھ جاتا رہا، اولاد ہلاک ہوگئی، مال مویشی مرگئے، باغات اُجڑ گئے، حویلیاں زمین بوس ہوگئیں، عزیز واقارب نے تیور بدل لئے، ثروت وغنا کی جگہ فقر وفاقہ نے ڈیرے ڈال لئے، خود تکلیف دہ بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ یہ ابتلاء اٹھارہ سال تک رہا مگر

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی روش نہ بدلی اور صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، بالآخر آزمائش کا دور ختم ہوا اور اللہ نے پہلے سے بھی زیادہ نواز دیا۔

(۵) حضرت ایوب علیہ السلام کے علاوہ سورۂ ص حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، حضرت اسمٰعیل، حضرت یسع اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا اجمالی ذکر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سب کی تعریف بیان کرتی ہے، آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ابلیس کے ساتھ قدرے تفصیل سے مذکور ہے۔ سورت کے اختتام پر اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی دعوت کی حقیقت اور مقصد بیان فرمادیں: ’’اے پیغمبر! کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں، یہ قرآن تو اہلِ عالم کے لئے نصیحت ہے اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔‘‘(۸۶-۸۸)

سورۃ الزمر

سورۂ زمر مکی ہے، اس میں ۷۵ آیات اور ۸ رکوع ہیں، اس سورت کا اصل موضوع اور محور عقیدۂ توحید ہے کیونکہ اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد ہی اصل ایمان ہے، اس سورت کی ابتداء خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم معجزہ، قرآن کریم کے تذکرہ سے ہوتی ہے، بتایا گیا ہے کہ یہ کتاب اس اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو غالب اور حکمت والا ہے پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے گویا تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ عبادت کو اللہ کے لئے خالص رکھیں اس میں ریا وغیرہ کی ملاوٹ ہرگز نہ ہونے دیں، اگلی آیات میں انداز بدل بدل کر رب العالمین کی وحدانیت پر تکوینی دلائل اور براہین قائم کئے گئے ہیں اور شرک کی پرزور تردید کی گئی ہے۔ یہاں ایک قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ شکمِ مادر میں انسان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تمہیں ماں کے پیٹ میں تین تاریکیوں میں پیدا فرماتا ہے(۶)، یہ قرآن کا اعجازِ علمی ہے کہ وہ ایک ایسی طبّی حقیقت کا صدیوں پہلے اعلان کر چکا ہے جس حقیقت کا حکماء اور ڈاکٹروں کو بیسویں صدی میں علم ہوا ہے، ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ بظاہر دیکھنے میں وہ ایک ہی پردہ معلوم ہوتا ہے

جس میں ''جنین'' رہ رہا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ تین پردے ہوتے ہیں۔قرآن نے ان تین پردوں کو تین تاریکیاں اس لئے قرار دیا ہے کیونکہ وہ پردے بچے کو روشنی سے بچائے رکھتے ہیں۔توحید کا اثبات اور شرک کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے موحّد اور مشرک کی مثال بیان کی ہے،مشرک کی مثال اس غلام جیسی ہے جس میں کئی شریک ہوں اور مزاج کے اعتبار سے بھی وہ تمام شرکاء ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں،نہ آپس میں اتفاق نہ محبت اور یگانگت،ان میں سے ایک غلام کو دائیں بھیجتا ہے تو دوسرا بائیں جانب جانے کا حکم دیتا ہے،ایک کھڑا ہونے کا تو دوسرا بیٹھنے کا حکم صادر کرتا ہے،وہ حیران ہے کہ کس کی مانے اور کس کی نہ مانے اور موحد کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کا مالک ایک ہو،اس کے اخلاق بھی اچھے ہوں اور وہ اپنے غلام کے جذبات کا بھی لحاظ رکھتا ہو،(۲۹) یقیناً یہ غلام اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کرے گا اور اسے اپنے مالک سے بھلائی اور احسان ہی کی امید رہے گی۔پھر جب مالک،رب العالمین ہو اور بندہ اسی کا ہو کر رہ جائے تو اس کے قلبی سکون اور رافت وراحت پر یقیناً بادشاہی قربان کی جاسکتی ہے۔

☆......☆......☆

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]